اصلاح معاشرہ سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں

روشن علی*

آپؐ کی بعثت سے پہلے دنیا میں بالخصوص عرب معاشرہ میں باہمی مخاصمت و معاندت کی آندھیاں چل رہی تھیں، آئے دن کینہ توزی اور فساد انگیزی کے جھگڑے اور ظلم وستم کے تیر چلتے رہتے تھے، طاقتور کمزوروں کی عزت سے کھیلنا ایک مشغلہ سمجھتے تھے۔ حرمتوں اور عصمتوں کا تاخت و تاراج تو گویا عربوں کے نزدیک ایک کھیل تماشا بن چکا تھا، قتل و غارتگری ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔ تہذیب و تمدن سے وہ قطعاً نابلد تھے، جو جی میں آتا کئے جاتے تھے اور شرافت کا کہیں نام و نشان تک نہیں تھا، نہ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے میں ان کا دل جلتا تھا اور نہ ماؤں کو اپنے نکاح میں لاتے وقت ان کا دل غیرت کھاتا تھا، جس بات پر اڑ جاتے جہالت کے باعث پھر اس سے نہ ہٹتے خواہ انسانی لاشوں کے ڈھیر ہی کیوں نہ لگ جاتے۔

چھوٹے چھوٹے جھگڑے اور باہمی تنازعات ہولے ہولے گھمبیر اور ہولناک دشمنیوں میں تبدیل ہو جاتے تھے اور پھر قتل و غارت کا ختم نہ ہونے والا یہ سلسلہ مالی و جانی تباہی و بربادی پر منتج ہوتا تھا۔ ان کی اس حالت نے معاشرے کا آرام و سکون چھین لیا تھا۔ عین اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپؐ معاشرے کو ان تمام برائیوں سے نکال کر راہ راست پر لائے۔ جس کی گواہی قرآن کریم نے اس طرح دی:

"كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔" (1)

ترجمہ: "تم آگ کے دہانے پر پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تمہیں اس میں گرنے سے بچالیا۔"

ایمان کی دعوت

اصلاح معاشرہ کے لیے آپؐ نے سب سے پہلے ان لوگوں کو کوہِ صفا پر اکٹھا کیا اور اپنے حُسنِ اخلاق اور صداقت و امانتداری کا اقرار لیا اور اس کے بعد انہیں مخاطب ہو کر کہا "اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بہت بڑا لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے کے لیے آرہا ہے تو کیا تم مجھ پر اعتماد کروگے؟" سب نے کہا: "ہاں کیوں نہیں، ہم نے ہمیشہ آپؐ کو سچ بولتے پایا ہے" یہ جواب تمام مجمع کی طرف سے بالاتفاق دیا گیا تھا۔ اس کے بعد پھر آپؐ نے فرمایا: "تو پھر میں کہتا ہوں کہ خدا پر ایمان لے لاؤ" قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا": کہو لا الہ الا اللہ تو کامیاب ہو جاؤ گے۔"

یہاں پر اصلاح معاشرہ کے لیے آپؐ نے سب سے پہلے اپنے کردار کو پیش کیا، کیونکہ باتیں کتنی ہی دلآویز اور پرکشش کیوں نہ ہوں وہ سامعین کو ہرگز متاثر نہیں کرسکتیں جب تک قائل کا عمل اس کے قول کی تصدیق نہ کرے۔ محض خالی باتوں سے اصلاح معاشرہ کا عمل پروان نہیں چڑھ سکتا۔ اسی لیے خدا نے کہا ہے کہ:

"لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔" (2)

یعنی: "تم کیوں کہتے ہو جو تم خود نہیں کرتے۔"

یعنی جو کام تم خود انجام نہیں دیتے ہو اس کام کا حکم دوسرے لوگوں کو دیتے ہو لہٰذا یہ منافقانہ فعل ہے جو خدا کی ناراضگی کا باعث بنتا ہے۔ اسی آیت کریمہ کے ساتھ تیسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

"كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ"

یعنی: "اللہ کے نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔"

---

*۔ اسسٹنٹ پروفیسر اسلام آباد، ماڈل کالج فار بوائز، ایف 10/3، اسلام آباد

لہٰذا آپؐ نے سب سے پہلے اپنے عمل کو پیش کیا۔ صادق اور امین کا لقب پایا اس کے بعد عملی میدان میں دعوت دین اور اصلاح کا کام شروع کیا۔ آپؐ کی پوری زندگی قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس امر کی تصدیق کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔" (3)

ترجمہ: "جس طرح ہم نے تم میں تمہیں سے رسول بھیجا جو ہماری آیاتیں تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ چیزیں سکھاتا ہے جس سے تم بے علم تھے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے اپنے رسولؐ کے چار فرائض بتائے ہیں:

اول: یہ کہ وہ اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے، یعنی؛ اللہ تعالیٰ نے جو احکامات تمہاری بہتری کے لیے بھیجی ہیں وہ سب کے سب تمہیں بتاتا ہے تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ جس سے تمہاری اور تمہارے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے اور تم امن و سکون کے ساتھ رہو اور تمہیں دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔

دوم: تمہارا تزکیہ نفس کرتا ہے یعنی؛ تمہیں فکری و عملی خبائث سے پاک کرکے ارتقائی منازل کی طرف لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا تعلق فکری، عملی، ظاہری، باطنی، مادی، عقلی، جسمانی، روحانی، انفرادی، اجتماعی، اور سماجی امور سے ہوگا تاکہ ان تمام میدانوں میں انسانوں کو اخلاقی ااور انسانی اقدار کا مالک بنایا جائے اور ان کے ظاہر و باطن کو سدھارا اور سنوارا جائے، جس سے انسان کو حیات ابدی مل جاتی ہے۔

سوم و چہارم: حکمت و کتاب کی تعلیم دیتا ہے: پہلے دو مرحلوں میں اجمالی اور کلی طور پر اسلامی احکام کی تبلیغ اور اسلامی معاشرے کے افراد کا تزکیہ نفس کرکے شرعی احکام کے نفاذ کا راستہ ہموار کیا گیا تاکہ لوگوں کو اس قابل بنا دیا جائے کہ علوم قرآن کے امین بن جائیں۔ اس کے بعد تعلیم کتاب عنایت فرمائی تاکہ اس کتاب کو جو اللہ کی طرف سے انسان کی زندگی کا دستور ہے سمجھ کر اپنی زندگی گزاریں اور معاشرہ کو پاکیزہ بنائیں۔

معاشرہ کو تاریکی سے نور کی طرف لانا

آپؐ نے معاشرہ کے افراد کو جو روحانی بیماریوں میں مبتلا تھے، ایسا پاک و پاکیزہ بنایا جس کی آج تک مثال نہیں ملتی۔ آپؐ کی تعلیمات کے نتیجے میں امیر و غریب کا فرق مٹ گیا اور تمام انسانوں کو ایک ہی صف میں کھڑے نظر آنے لگے۔ وہی افراد جو کل بدو اور جاہل شمار کئے جاتے تھے، شرک و بت پرستی ان کی رگ رگ میں موجود تھی اور قتل و غارت کا بازار گرم تھا وہ آپؐ کی بدولت موحد، عالم اور امین بن چکے تھے، کیونکہ اللہ تعالی نے آپؐ کو اسی مقصد کی خاطر بھیجا اور آپؐ انہیں تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لائے، جس کی گواہی قرآن میں اس طرح دی گئی ہے:۔

"الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔" (4)

ترجمہ: "الف لام را! یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں، ان کے پروردگار کے حکم سے، زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی طرف۔"

معاشرے کا تزکیہ اور تعلیم

اللہ تعالی نے آپؐ کو ایسے معاشرے میں بھیجا جو جہالت اور گمراہی میں پڑا ہوا تھا تاکہ آپؐ اسے اپنے عمل و کردار کے ذریعے انہیں پاکیزہ بنا کر کتاب و حکمت کی تعلیم دیں:۔

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔" (5)

ترجمہ: "بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ انہیں میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے یقینا یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

اسی طرح آپؐ کے فرائض منصبی کا ذکر ایک اور آیت کریمہ میں اس طرح بیان ہوا ہے:۔

''هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔'' (6)

ترجمہ: ''وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ یقینا یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

ان دونوں آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کے اصلاح معاشرہ کے عملی اقدام کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپؐ نے سب سے پہلے انسانوں پر اللہ کی کتاب کی تلاوت کی اور اس کے ساتھ اپنے عمل کے ذریعے ان کا تزکیہ کیا اور کتاب و حکمت کی تعلیم دی تاکہ لوگ اللہ کے پیغام کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔

اصلاح معاشرہ کی فکر

آپؐ پر ہر طرف سے مصائب کی بارشیں ہو رہی ہیں، کہیں طائف میں مصائب کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے اور آپؐ کے جسم سے خون جاری ہو رہا تھا، تو کہیں مکہ کی گلیوں میں آپؐ پر سجدے کی حالت میں اوجھڑی پھینکی جاتی تھی تو کہیں راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تھے۔ اہل قریش کے ترکش میں جتنے تیر ستم تھے وہ چل چکے تھے، لیکن آپؐ کی زبان مبارک پر بددعا کی بجائے دعا کے الفاظ جاری تھے کہ خدایا! یہ قوم مجھے پہچانتی نہیں اور نادانی کی بنا پر ظلم و ستم روا رکھے ہوئے ہے لہٰذا تو اسے ہدایت دے تاکہ مجھے پہچانیں۔ آپؐ نے ان کے اصلاح کی فکر میں اس حد تک پہنچ گئے کہ کہیں آپؐ کی جان کو خطرہ نہ لاحق ہو جائے بالآخر خدا کو کہنا پڑا کہ:

''فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا'' (7)

پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اس رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے۔ اس کا مقصد یہ کہ آپؐ کو ان جاہلوں اور گمراہوں کی اس قدر فکر تھی کہ آپؐ اپنی جان کی پرواہ تک نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر بھی ارشاد رب العزت ہے کہ:

''لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔'' (8)

ان کے ایمان نہ لانے پر شاید آپ تو اپنی جان کھو دیں گے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ:

''وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۔'' (9)

ترجمہ: ''اور ان (کے ایمان نہ لانے) پر غمگین نہ ہوں اور نہ ہی ان کی مکاریوں سے تنگ ہوں۔''

تمام عالم انسانیت کی اصلاح کی فکر کے سلسلے میں آپؐ کی حالت یہ تھی کہ جس کی عکاسی قرآن نے کی ہے، دنیا میں اور کوئی ایسا فرد نہیں ملے گا کہ جس کو معاشرہ کے اصلاح کی اس حد تک فکر ہو۔

اسلامی معاشرے میں بھائی چارے کا قیام

آپؐ سے پہلے معاشری منتشر تھے نہ ان میں اتفاق تھا نہ اتحاد اور نہ ہی مساوات و برابری تھی۔ جب آپؐ نے اصلاح کا بیڑا اُٹھایا تو دشمنیاں، دوستیوں میں بدل گئیں، انتشار و تفرقے اتفاق و اتحاد میں بدل گئے اور سارے معاشرے میں بھائی چارہ قائم ہو گیا۔ جس کی گواہی قرآن کریم نے اس طرح دی ہے۔

”وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْھَاؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَكُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّكُمْ تَھْتَدُوْنَ۔“(10)

ترجمہ:” اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گھڑے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچالیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“

اسی طرح آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

”المسلم اخو المسلم ھو عینہ و مرأتہ و دلیلہ لا یخونہ و لا یخدعہ و لا یظلمہ و لا یکذبہ و لا یغتابہ“۔(11)

ترجمہ: ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس کی آنکھ ہے، اس کا آئینہ ہے، اس کا رہنماء ہے، وہ اس سے خیانت نہ کرے اور نہ اسے دھوکا دے، نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس پر جھوٹ بولے اور نہ ہی اسی کی غیبت کرے۔ آپؐ نے تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تمام زندگی کے معاملات میں تسبیح کے دانوں کی طرح پرو دیا اور ان سب کو ایک جسم کی مانند بنا دیا۔“

اسی طرح ایک اور حدیث میں فرمایا کہ:

” المومن اخو المومن کالجسد الواحد، ان اشتکی شیئا منہ وجد الم ذالك فی سائر جسدہ“ (12)

ترجمہ:” مومن مومن کا بھائی ہے ایک جسم کی مانند اگر جسم کے کسی حصہ میں کوئی تکلیف ہو تو جسم کے تمام اعضاء اس تکلیف کو محسوس کرتے ہیں (اسی طرح ایک مومن کی تکلیف تمام کی تکلیف ہوتی ہے)“

آپؐ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے بعد تمام مسلمانوں میں عملی طور پر مواخاۃ (بھائی چارے) کا رشتہ قائم کر دیا اور دو دو افراد کو آپس میں بھائی بنایا، اس طرح کی اُخوت و بھائی چارے کی مثال دنیا کے کسی بھی دین، مذہب و فلسفہ میں نہیں ملتی۔ ایثار و قربانی کا یہ مقام تھا کہ انصار نے مہاجرین کو اپنی جائداد میں حصہ دیا اور ان کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا اس وقت تک جب ان کی حالت بہتر نہیں ہو گئی۔

مسلم معاشرہ کو معتدل معاشرہ بنادیا

آپؐ نے جیسے ہی معاشرہ کی اصلاح شروع کی تو اس میں ہر قسم کے لوگ داخل ہوتے گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو امت وسط بنا دیا:

”كَذٰلِكَ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ۔(13)

ترجمہ: ”اسی طرح ہم نے تمہیں معتدل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔“

یہاں پر امتِ وسط یعنی؛ معتدل امت کا لفظ استعمال ہوا ہے، یہ بولنے اور لکھنے میں تو ایک لفظ ہے، لیکن حقیقت میں کسی قوم یا کسی شخص میں جتنے کمالات اس دنیا میں ہو سکتے ہیں ان سب کے لیے حاوی اور جامع ہے۔ بالفاظ دیگر ایسا عظیم معاشرہ آپؐ نے بنا دیا، جس میں تمام کمالات اور خوبیاں موجود تھیں جن کی بدولت یہ معاشرہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہو گا۔ (اللہ کے رسولؐ نے یقینا ایسے ہی معاشرے کو وجود دیا تھا، لیکن آہستہ آہستہ یہ معاشرہ اپنے ہادیانِ برحق کی مخالفت کرتا گیا اور اپنے اصلی محور سے نکل کر بے راہ ہو گیا۔)

اس آیت میں امت محمدیہ کو امت وسط فرما کر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ انسانیت کا جوہر شرافت و فضیلت ان میں بدرجہ کمال موجود ہے اور جس غرض کے لیے آسمان و زمین کا سارا نظام وجود میں آیا ہے اور جس کے لیے انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابیں بھیجی گئی ہیں، یہ امت (مسلم معاشرہ) اس لحاظ سے ساری اُمتوں سے ممتاز اور افضل ہے۔ چونکہ اس امت کی اصلاح کرنے والا سید الانبیاء اور سید المرسلین ہے (جس کا مربی ایسا ہو یقینا اُمت و معاشرہ بھی ایسا ہی ہو گا) اور یہی اُمت دوسری اُمتوں کی ہادی بن گئی۔ جس کی گواہی قرآن کریم نے ان الفاظ میں کی ہے کہ:

”وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّۃٌ یَّھْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِہٖ یَعْدِلُوْنَ“۔(14)

ترجمہ: ''ان لوگوں میں جن کو ہم نے پیدا کیا ہے ایک ایسی امت ہے جو حق کی طرف ہدایت کرتی ہے اور اس کے موافق عدل و انصاف کرتی ہے۔''

(یہاں پر اس اُمت میں سے مخصوص افراد ہیں جو اس مقام و منزل کے اہل ہیں اور انہی کی وجہ سے معاشرہ کی اصلاح ہوتی ہے اور وہی افراد ہادیانِ امت ہیں جو آلِ محمدؐ ہی ہیں ان کے علاوہ کوئی اس منصب کا اہل نہیں ہے) اس میں اُمت محمدیہؐ کے روحانی و اخلاقی اعتدال کو واضح فرمایا ہے کہ وہ اپنے ذاتی مفادات اور خواہشات کو چھوڑ کر آسمانی ہدایت کے مطابق خود بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ان کے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف ہو جاتا ہے تو وہ اسے اللہ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق حل کرتے ہیں۔ جس میں کسی قوم یا شخص کے ناجائز مفاد کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔

آپؐ کی ان کاوشوں سے نہ صرف معاشرہ کی اصلاح ہوئی بلکہ وہ معاشرہ ایک بہترین اور مثالی معاشرہ بن گیا، اب دنیا کے دوسرے افرادِ معاشرہ کی اصلاح کرنا بھی اسی اُمت کی ذمہ داری ہے:۔

''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔'' (15)

ترجمہ: ''تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کی (ہدایت کے) لیے پیدا کی گئی ہے، تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

تمام عالم کو یک جا جمع کرنا اور ان کی اصلاح کرنا

اس دنیا میں رہنے والے تمام انسان چاہے مختلف المذاہب ہی کیوں نہ ہوں یا ایک دین کے ماننے والے ہوں یا بے دین ہوں، تمام لوگ ایک ہی مرکز پر جمع ہو سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ تمام لوگ بحیثیت انسان ایک ہیں، انسانیت کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے لہٰذا وہ انسانیت کے ناطے ایک ہی مرکز پر جمع ہو سکتے ہیں۔ اسلام ہی وہ دین ہے جس نے تمام لوگوں کے لیے حقوق مقرر کئے ہیں، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم اور اسلام ان سبکے ساتھ عدل و انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے:۔

''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔''(16)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ کے لیے بھرپور قیام کرنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہاری بے انصافی کا سبب نہ بنے (ہر حال میں) عدل کرو! یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔''

حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشترؓ کو جب مصر کا گورنر بنایا تو ان کو حکومت چلانے کا ایک دستور دیا تھا، جس میں انہیں فرمایا کہ دیکھو! جن لوگوں کی طرف میں تمہیں گورنر بنا کر بھیج رہا ہوں:

''فانهم صنفان اما اخ لك في الدين او نظير لك في الخلق، يفرط منهم الزلل، و تعرض لهم العلل و يؤتى على ايديهم في العمد والخطأ، فاطهم من عفوك و صفحك مثل الذى تحب و ترضى ان يعطيك الله من عفوه و صفحه۔'' (17)

ترجمہ: '' ان لوگوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو تمہارے دینی بھائی (مسلمان) ہیں اور دوسرے وہ جو تمہاری طرح کی مخلوق (غیر مسلم) ہیں۔ جن سے لغزشیں بھی ہو جاتی ہیں اور انہیں خطاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور جان بوجھ کر یا دھوکہ سے ان سے غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا انہیں ویسے ہی معاف کر دینا، جس طرح تم چاہتے ہو کہ پروردگار تمہاری غلطیوں سے درگذر کرے۔''

یہ اسلامی نظام کا امتیازی نکتہ ہے کہ اس میں مذہبی تعصب سے کام نہیں لیا جاتا، بلکہ ہر شخص کو برابر کے حقوق دیئے جاتے ہیں۔ مسلمان کا احترام اس کے اسلام کی بناپر ہے اور غیر مسلم کا احترام ان کے انسان ہونے کے ناطے ہے۔ لہٰذا اسلام ایک ایسا عظیم دین ہے جو تمام انسانوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے اور تمام انسانوں کو ایک ہی مرکز پر جمع کرتا ہے۔ اہل کتاب کو، جو اسلام کو نہیں مانتے اور آپؐ کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے، انہیں اتحاد و یکجہتی کی دعوت دیتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم کی:

"قُلْ يَآاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔" (18)

ترجمہ: "کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! اس کلمہ کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بنائیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں پس اگر نہ مانیں تو ان سے کہہ دیجیے: گواہ رہنا ہم تو مسلمان ہیں۔

اس آیہ کریمہ میں تمام اہل کتاب کو، چاہے وہ یہودی ہوں یا نصرانی ہوں، اتحاد و یکجہتی کی دعوت دی جارہی ہے۔ اس اتحاد کی بنیاد عقیدہ توحید ہے۔ اہل کتاب کے ساتھ وحدت کی روح اور مرکز، توحید خداوندی ہے کہ وہ بھی مسلمانوں کی طرح خدا کو وحدہ لا شریک مانتے ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان اتحاد و یکجہتی کی روح خود اسلام ہے، تمام مسلمان اسلام کی بناپر آپس میں بھائی بھائی ہیں اور وہ لوگ جو نہ مسلمان ہیں اور نہ اہل کتاب ہیں ان کے ساتھ اتحاد، انسانیت کی بناپر ہے کہ تمام انسان بحیثیت انسان برابر ہیں۔ لہٰذا اسلام تمام انسانوں کو برابر سمجھتا ہے اور مسلمانوں کو تمام انسانوں کے حقوق کا خیال رکھنے اور ان کی عزت اور مال و جان کی حفاظت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح آپؐ کی ایک حدیث میں ارشاد ہے:

"المسلم من سلم الناس من لسانه ويده۔" (19)

ترجمہ: "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تمام انسان محفوظ ہوں۔"

لہٰذا وہ دین جس میں تمام انسانوں کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کی اتنی تاکید ہو۔ حتیٰ جس میں اس شخص کو اپنے دین میں داخل ہونے ہی نہیں دیا جاتا ہو جس سے دوسرے لوگ محفوظ نہ ہوں تو ایسا دین ہی تمام لوگوں کو ساتھ لے کر چلنے والا دین ہے۔

نتیجہ یہ کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو تمام انسانوں کے ساتھ اتحاد و یکجہتی کی دعوت دیتا ہے جیسا کہ اس دستور میں بیان ہوا ہے۔ جب تمام انسان ایک ہو جائیں گے تو یہ دنیا امن وامان اور سکون و اطمینان کا گھوارہ بن جائے گی جس میں شیر اور بکری ایک برتن میں پانی پیئں گے۔ کیونکہ تمام انسانوں کو اپنے اپنے حقوق مل جائیں گے تو اختلاف کس چیز کا ہوگا، نہ لڑائی جھگڑا ہوگا اور نہ ہی خون و خرابہ، لہٰذا ہر طرف امن و امان ہوگا۔ کاش کہ اس دور کے مسلمان اسلام کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرتے اور اس کی گہرائیوں کی طرف متوجہ ہوتے تو آج دنیا میں قتل و غارت، فتنہ و فساد نہ ہوتا ہر انسان کو اس کے جائز حقوق مل جاتے اور معاشرے سے بدامنی ختم ہو کر امن و امان قائم ہو جاتا۔

اس اتحاد و یکجہتی کا عملی ثبوت ہمیں میثاق مدینہ میں نظر آتا ہے جس میں تمام قبائل مختلف مذاہب اور عقائد کے باوجود ایک شہری ہونے کے ناطے متحد و متفق ہو جاتے ہیں، یہ در حقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ تھا، جس کی گواہی قرآن کریم نے اس طرح دی ہے:

"اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔" (20)

ترجمہ: "اور اللہ نے ان کے دلوں میں الفت پیدا کی ہے۔ آپ روئے زمین کی ساری دولت خرچ کرتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے، لیکن اللہ نے ان (کے دلوں) کو جوڑ دیا، یقیناً اللہ بڑا غالب آنے والا حکمت والا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں بتا دیا گیا ہے کہ مسلمان اسی صورت معاشرے کی اصلاح کا علم بلند کر سکتے ہیں، جب وہ متفق اور متحد ہوں اور بقدر اتفاق و اتحاد ہی ان کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ باہمی اتحاد و یگانگت کے رشتے قوی ہوں تو پوری جماعت قوی ہو جاتی ہے اور اگر یہ رشتے ڈھیلے پڑ

جائیں تو پوری جماعت ڈھیلی اور کمزور ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالی کی طرف سے یہ ایک خصوصی انعام تھا، جس کے ذریعے ان کے دلوں میں مکمل وحدت والفت پیدا کر دی گئی۔

مدینہ میں نئی قائم ہونے والی اسلامی ریاست کی بقاء اور دشمنوں پر غالب آنے کا حقیقی اور معنوی سبب تو اللہ تعالی کی نصرت اور امداد تھی جو اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے اور ظاہری سبب مسلمانوں کی آپس میں اُلفت و محبت اور اتفاق واتحاد تھا۔ جیسا کہ آپؐ کی ایک حدیث مبارکہ میں ہے: "ید اللہ علی الجماعۃ" (21) یعنی: "اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔"

اس حدیث کے مطابق اللہ تعالی کی امداد اسی صورت میں ممکن ہوتی ہے جب لوگوں کے درمیان اتحاد واتفاق ہو۔ اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کا نہج البلاغہ میں ارشاد ہے:۔

"فالزموه والزَموا السّواد الاعظم فإنَّ یدَاللهِ علی الجماعة و ایّاکم و الفرقة فإنّ الشّاذ من النّاسِ للشّیطانِ کما انّ الشّاذ منَ الغنمِ للذئبِ۔" (22)

ترجمہ: "تم اسی راہ پر جمے رہو اور اسی بڑے گروہ (حق) کے ساتھ شامل ہو جاؤ کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت (اتفاق واتحاد رکھنے والوں) پر ہے۔ اور تفرقہ وانتشار سے باز آجاؤ، اس لیے کہ جماعت سے الگ ہو جانے والا شیطان کے حصے میں چلا جاتا ہے، جس طرح ریوڑ سے جدا ہونے والی بھیڑ، بھیڑیئے کی گرفت میں آجاتی ہے۔"

*****

حوالہ جات

1۔ سورۃآل عمران: ۱۰۳

2۔ سورۃالصّف: ۲

3۔ سورۃالبقرہ: ۱۵۱

4۔ سورۃابراہیم: ۱

5۔ سورۃآل عمران: ۱۶۴

6۔ سورۃالجمعۃ: ۲

7۔ سورۃالکہف۱۸: ۶

8۔ سورۃالشعراء۳: ۲۶

9۔ سورۃالنحل: ۱۲۷

10۔ سورہ آل عمران ۳: ۱۰۳

11۔ محمد یعقوب کلینی الکافی، ج ۲، ص ۱۶۶، ناشر دار الکتب الاسلامیہ۔ آخوندی، طبع ثالث، سن ۱۳۸۸ھ

12۔ الکافی، ج ۲، ص ۱۶۵

13۔ سورہ البقرہ ۱۴۳: ۲

14۔سورہ اعراف: ۱۸۱

15۔سورہ آل عمران ۱۱۰: ۳

16۔القرآن، سوریٔہ المائدہ: ۸

17۔نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳ شارح شیخ محمد عبدہ، طبع بیروت

18۔سورہ آل عمران: آیت ۶۴

19۔الشیخ الصدوق ابو جعفر محمد ابن علی بابویہ قمی، علل الشرائع، ص ۵۲۳ مکتبہ حیدریہ نجف عراق سن ۱۳۸۵ھ، النسائی، احمد ابن شعیب، سنن النسائی، ج ۸، ص ۱۰۵، طبع اول دار الفکر بیروت سن ۱۳۴۸ھ، احمد ابن حنبل، مسند احمد، ج ۲، ص ۲۲۴، طبع دار الصادر بیروت

20۔سورہ انفال: ۶۳

21۔محمد رے شہری، میزان الحکمۃ، ج ۱، ص ۴۰۶، طبع اول، دار الحدیث۔ قم، سن ۱۴۱۶ھ، سنن النسائی، ج ۷، ص ۹۳

22۔نہج البلاغہ، خطبۃ ۱۲۷، شارح شیخ محمد عبدہ، طبع بیروت